

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پادری غلام مسیح صاحب میکلوڈ روڈ - لاہور } ایڈیٹر

پادری ایچ - اسی وائلی صاحب ایمپرس روڈ - لاہور } مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب نور افشاں ہونا چاہئے تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کر کے دفتر نور افشاں میکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا کریں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۵	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۳ جون ۱۹۲۷ء	نمبر ۲۲

سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

جناب شفا کے قلم سے

مصرع طرح :- سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

بنائی خلق سے دنیا میں ہے چرچا زراعت کا　　خمیرِ حضرت انساں میں ہے سودا زراعت کا
سبیلِ روزیِ مخلوق ہے پیشا زراعت کا　　نہ ہو کیوں پھر ہر اک فردِ بشر شیدا زراعت کا
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

نسیم جاں ہے اعجازِ دمِ فرزند مریم میں　　جھلک اُمیدِ ہستی کی نظر آتی ہے شبنم میں
کیا شوق آفریدہ کس نے دلِ اولاد آدم میں　　اسی کے فیض سے پیدا ہوا اناج عالم میں
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

بہت صنّاع صنعت کی بدولت نام پاتے ہیں　　تجارت سے بہت انسان مال و زر کماتے ہیں
بہاما اور بیٹیوں کو فرو سی سب بتاتے ہیں　　با آوازِ دہل لیکن یہ ہم تم کو سناتے ہیں
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

اسی سے سلطنت قائم ہے ہر آرائشِ دولت بھی　　اسی سے قدر ہر انسان کے دل میں لال و مرجاں کی
اسی سے ہو گئی شہرت جہاں میں ملکِ کنعاں کی　　اسی سے زندگی ہے طائر و حیوان و انساں کی
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

ترقی زراعت کا عمل ہے آسمانوں میں　　ہے اسکے ایک حیرت خیز کا چرچا فسانوں میں
اسی کے فیض سے ہے فارغ البالی کسانوں میں　　یہی آوازِ پیہم آ رہی ہے آج کانوں میں
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

نہیں کچھ دل میں فکرِ قوت کھاتے کماتے ہیں　　فراغت ہو خوشی ہے لطفِ ہستی کا اُٹھاتے ہیں
اسی کے فیض سے اپنی خورش ہم روز پاتے ہیں　　خوشی سے طائرانِ خوشنوا یہ راگ گاتے ہیں
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

زمانے میں گدا را ہے ہر اک جاندار کا اس سے　　ہر اک فردِ بشر پاتا ہے دل کا مدعا اس سے
تجارت کو فروغ اس سے تو صنعت کو جلا اس سے　　یہ وہ پیشہ ہے اعلیٰ تر کہ راضی ہے خدا اس سے
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

ہوا مشہور اس کے فیض سے دنیا میں حاتم بھی　　اسی کے زور پہ شہ زور تھے سہراب و رستم بھی
بھلا دے گی نہیں احسان اسکا ہم کوئی دم بھی　　نگاہِ غور سے دیکھے تو کہہ دیگی یہ شبنم بھی
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

بڑا احسان اس کا ہر طرح کون و مکاں پر ہے　　کیا کس نے یہ سب نے قول دل کے آستاں پر ہے
اسی باعث کسانوں کا دماغ اب آسماں پر ہے　　سمجھ دار ان میں جتنے ہیں یہی سب کی زباں پر ہے
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

ہوئے ہیں مینو ابھی مالدار اسکی عنایت سے　　بنا ہے حاتمِ ثانی کسان اسکی سخاوت سے
کہا بادِ صبا نے مجھ سے آہستہ محبت سے　　بڑھا دُو دہر میں توقیر و زر کسب زراعت سے
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

ہوائے موسم افزا ناؤ بحرِ غم سے کھیتی ہے　　غلط کیا ہے کہ کھیتی درحقیقت آپ بیتی ہو
کسانوں کی خبر جب رحمتِ حق آ کے لیتی ہے　　نسیم صبح بھی کس شوق سے پیغام دیتی ہے
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

کسی نے دار فانی میں عجائب بل بنائے ہیں　　کسی نے ڈھنگ کھیتی کے نئے آ کر سکھائے ہیں
کسی نے معجزے فنِ زراعت کے دکھائے ہیں　　کسی نے کلمۂ جاں بخش یہ آ کر سنائے ہیں
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

امیروں میں غریبوں میں اسی کا رد و چرچا ہو　　اسے جو کچھ بھی کہئے وہ بجا ہے زیب دیتا ہے
ہر اک جا شمار ہیچ پر چھیڑئے احسان اسکا ہے　　کسی نے درحقیقت یہ مقولہ خوب لکھا ہو
سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

سہارا عالمِ فانی میں ہے سارا زراعت کا

شفا رضی کا ماننا منحصر ہے کام پر اس کے
نظر رہتی ہے ہر انسان کی انجام پر اسکے

خدا ساری ہے مخلوقات فیض عام پر اس کے
ہر اک ادنےٰ و اعلیٰ ہے تصدق نام پر اسکے
سہارا عالم فانی میں ہے سارا زراعت کا

توجہ اسکی جانب ہو گئی سرکار کی جب سے
زراعت کی قدر و منزلت کچھ اور ہی تب سے
ذرا دیکھو کھڑی تکتی ہے منہ کو مفلسی کب سے
شفا ہم کہتے پھرتے ہیں بعید بہجت یہی سب سے
سہارا عالم فانی میں ہے سارا زراعت کا

بہادر لڑکی

دل میں الفت تری ہے آنکھ میں نقشا تیرا
لب پہ ہے ورد ترا سر میں ہے سودا تیرا

جب قیصر ڈایوکلیشن نے ظالمانہ اشتہاروں کے سلسلہ سے مسیحیوں کو معدوم کر دینے کا اپنا پختہ ارادہ کیا تو ان میں سے پہلے اشتہار میں صوبہ داروں کو حکم تھا کہ تمام خدام دین کو گرفتار کریں۔ دوسرے اشتہار میں اُن کو حکم ہوا کہ ہر قسم کی سختی جس سے وہ اپنا دین چھوڑ کر پھر بتوں کی پوجا کرنے لگیں کام میں لائیں۔ اور سخت حکم پھر ایک تیسرے اشتہار کے بموجب تمام مسیحیوں کے لئے جاری ہو گیا جسکی تعمیل ایسی وحشیانہ طور سے ہوئی کہ اُس کے بیان کرنے اور سُننے سے رونگٹے کھڑے ہونے اور انسان کو خوف معلوم دیتا ہے۔

انہی دنوں میں منجملہ دیگر صدہا مسیحیوں کے جنہوں نے شربتِ شہادت نوش کیا ایک نوجوان شریف لڑکی تھیوڈورا نامی جو سکندریہ کی رہنے والی تھی اور جسکی عمر صرف سولہ سال کی تھی گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے جس کا نام پروکلس تھا پیش کی گئی۔ حاکم نے جب اس خوبصورت اور خوب سیرت لڑکی کو دیکھا تو اُسکی خوبصورتی اور شریفانہ چال پر فریفتہ ہوا اور پوچھا کہ "اے لڑکی! کیا تو کنیز ہے یا آزاد؟" تھیوڈورا نے بڑے ادب اور سنجیدگی سے جواب دیا "میں مسیحی ہوں۔ میرے آقا یسوع مسیح نے مجھے شیطان کی غلامی سے آزاد کیا ہے۔ اور میں ایک آزاد خاندان میں پیدا ہوئی ہوں"۔ حاکم نے یہ معلوم کر کے کہ وہ ایک شریف خاندان سے ہے اُس سے کہا کیا تو نہیں جانتی کہ ہمارے قیصر کا یہ حکم ہے کہ ہر شخص یا تو دیوتاؤں کے آگے قربانی چڑھائے اور قیصر کی قسم کھائے یا سخت ایذا سے مارا جائے۔ تھیوڈورا نے کہا ہاں میں جانتی ہوں۔ مگر میں مسیحی ہوں۔ میں خدا کا حق کسی غیر معبود اور انسان کو دے نہیں سکتی۔ اور میرا ایمان ہے کہ خداوند اُسکی جو اس پر بھروسہ رکھتا ہر طرح کی نگہبانی کرتا ہے اور اُن کو ناپاکی سے بچاتا ہے مجھے یہ بھی یقین ہے کہ

اُس کی اُلفت میں جان جس نے دی
پائیگا تاج وہ فضیلت کا (شفا)

حاکم برابر اُس کو دیوتاؤں کے آگے قربانی چڑھانے کی ترغیب دیتا اور دھمکاتا رہا کہ اگر تو قربانی نہ کریگی تو میں شاہی حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہونگا۔ مگر تھیوڈورا بار بار یہ جواب دیتی رہی کہ "میں مسیحی ہوں۔ چاہے کیسی ہی مصیبت مجھ پر کیوں نہ آئے۔ میں اپنے مالک اور شفیع یسوع مسیح کو نہ چھوڑونگی۔ وہ ضرور ہر حالت میں میری مدد کریگا"۔ پروکلس نے کہا "اے لڑکی تو کیسی پاگل ہے۔ کیا تو ایک ایسے شخص پر ایمان رکھتی ہے کہ جو خود اپنے آپ کو صلیب کی شرمناک موت سے بچا نہ سکا"۔ اُس نے جواب دیا کہ "ہاں میرا ایمان اُسی مصلوب یسوع مسیح پر ہے جس نے کہ سب کی نجات کے لئے اپنی جان دی۔ میں اُسی خداوند اور شفیع کی خاطر اپنی جان دینے پر راضی ہوں"۔ حاکم نے کہا کہ "دیکھو تو ایک معزز خاندان سے ہے۔ اپنے شریف خاندان کو بدنام نہ کر"۔ اُس نے کہا "مجھے اس بات کا فخر ہے کہ یسوع مسیح اپنے منجی کا اقرار کروں۔ اُس نے مجھے عزت اور امیرزادگی دونوں عطا کی ہیں۔ ضرور ہے کہ میں اپنے ایمان پر قائم رہ کر اس کا جلال ظاہر کروں"۔ پروکلس نے کہا "بکواس مت کر۔ یہ پاگل پنے کی باتیں چھوڑ۔ فوراً ہمارے معبودوں کے آگے قربانی گذران"۔ اُس نے جواب دیا کہ "میں درحقیقت اُس وقت پاگل کہلاؤنگی جبکہ میں گونگے بتوں اور غیر معبودوں کے آگے قربانی گذرانوں"۔ حاکم نے اس جواب سے ناخوش ہو کر تمانچے مارنے کا حکم دیا اور کہا کہ "تو ہم پر تو الزام لگا سکتی ہے۔ مگر تجھکو ہمارے معبودوں کی شان میں ایسی گستاخانہ گفتگو کرنا ہرگز روا نہیں۔ ایسا کلام سننا ہماری برداشت سے باہر ہے"۔ پھر اُس نے کہا "میں تجھ کو سوچنے کے لئے تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے تیری جوانی اور خوبصورتی پر ترس آتا ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی تو اپنی ضد پر قائم رہیگی تو تجھ کو سزا دی جائیگی"۔ تھیوڈورا نے کہا "اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ تین دن گذر گئے۔ کیونکہ آپ مجھ کو اُس وقت بھی ایسا ہی پائینگے جیسی کہ میں اب ہوں"۔ لیکن اُس ظالم نے اُس کو قیدخانہ میں بھیج دیا۔ اور تین دن کے بعد اُس کو پھر طلب کیا۔ مگر وہ اُسی طرح اپنے ایمان پر قائم رہی۔ تب اُس نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو کسبیوں کے مکان پر بھیجا جائے۔ سو لوگ اُسے وہاں پر لے گئے۔ تھیوڈورا نے اس مشکل موقع پر خداوند سے رو رو کر دعا مانگی کہ وہ اُس کی حفاظت کرے۔ اور فی الحقیقت خداوند نے اُسکی دعا کا جواب دیا۔ کیونکہ ایک دیندار شخص دیدیمس نامی نے اپنا لباس مثل سپاہی کے پہنا اور اُس مکان میں جہاں کہ وہ شریف زادی بند تھی گیا۔ اور کہا۔ "تھیوڈورا میں تیری عزت بچانے اور تجھے آزاد کرنے آیا ہوں۔ اُٹھ میرا لباس پہنکر نکل جا۔ اور میں تیرے کپڑے پہنکر یہاں پر رہونگا"۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور اس بدنام جگہ سے نکل بھاگی۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص اس کمرہ میں داخل ہوا اور بجائے تھیوڈورا کے ایک آدمی کو زنانہ لباس میں پاکر حیران ہوا اور فوراً حاکم کو سارے بات کی خبر دی۔ حاکم نے دیدیمس کو بلایا اور کہا۔ "تو نے ایسا کام کیوں کیا ہے؟ اب بھی تو ہمارے معبودوں کے آگے قربانی گذران اور تھیوڈورا کا پتہ بتلا دے تو آزاد کیا جائیگا"۔ اُس نے

دیکھو ص۱۱



نور افشاں

مطبوعہ ۳ جون ۱۹۲۶ء

ہم کس طرف ہوں؟

ہندوستان میں ایسے اسباب پیدا ہوکر قریباً پختہ ہو چکے ہیں جنہوں نے ہندو مسلمانوں میں سخت بعد و جدائی پیدا کر دی ہے وہ اسباب زیادہ تر ہماری باوقار قوموں کے فرزندوں کے خود پیدا کردہ ہیں۔ دونوں قوموں کے باہمی ربط و ضبط کے مخالفوں کی ان نفاق کوششوں کا نتیجہ ہیں آئے دن کے خونخوار فسادات جو آج تک معرض ظہور میں آچکے ہیں ان کوششوں کا ثبوت ہیں مسلم آبادی گورنمنٹ سے تعاون رکھتی ہے۔ غیر مسلم آبادی میں اس تعاون کی مخالفت چلی آئی ہے۔ ہم ہند کے مٹھی بھر مسیحی جو ہر دو اقوام کے فرزند ہیں۔ اب تک غیر مسلم آبادی میں شامل ہیں۔ حالات زمانہ ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہم بھی کسی دھڑے کا پاسنگ بن جائیں۔ ہم مسیحیوں کے لیڈروں کا میلان یہ ہے کہ مسیحی ہندو آبادی کے ساتھ ہو جائیں۔ خواہ ہمارے رہنماؤں کا میلان بھلا ہو یا برا ہو۔ تو بھی اس پر غور و فکر کرنا ہر ایک مسیحی کے فرض کا اہم جزو ضرور ہے۔ ہم نے کہا کہ زمانہ کی ضروریات نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم یا تو ہندی مسیحی ہونے کی حیثیت سے اپنا جماعتی انتظام ہندو مسلم سوسائٹیوں کے حدود و قیود سے باہر کریں۔ یعنے ایک تیسری جماعت کو ہند میں بنائیں یا ہم ہندی مسیحی ہندو قوم میں رل مل جائیں اور اپنی جداگانہ ہستی کو مٹا ڈالیں یا اسلام کے حدود و قیود کے اندر اپنی حیات و بقا کی جگہ تلاش کریں۔ ان ہر سہ صورت میں ہماری رہنمائی ہونا ضروری ہے۔ ان تینوں صورتوں میں کسی صورت پر ہمارا اتفاق ہونا ضروری ہے جس خیال کو ہم مسیحی پسند کریں اُسی کے موافق آگے کو ہم اپنا طرز عمل بنا سکتے ہیں ہر ایک مسیحی کا خصوصاً سوچ سمجھ دار مسیحی کا اعلیٰ و افضل فرض ہے۔ کہ وہ انہیں صورتوں میں سے کسی صورت پر قوم کی رہبری کرے۔ وہ مسیحیوں کو صفائی سے بتلائے کہ وہ ہند کے ۶۰ لاکھ مسیحیوں کی ہند میں حیات و بقا کے لئے کون سے خیال کو مفید سمجھتا ہے؟

جہاں تک ہمیں علم ہے وہاں تک ہم اس بات کا صفائی سے اظہار کر سکتے ہیں کہ ہمارے ہندی مسیحی رہنما اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسیحیوں کی کوئی تیسری جماعت بنائی جائے۔ وہ مشنری صاحبان کی کوششوں کو جو مسیحیوں کی تیسری جماعت قائم کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں ایک حد تک اچھی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں وہ صفائی سے کہتے ہیں کہ غریب اقوام میں مسیحیت کی تبلیغ کرنا فضول ہے۔ وہ ولایتی روپیہ کو اپنے لئے لعنتی خیال کرتے ہیں۔ وہ مشنریز کو اسی وجہ سے ولایت کا ٹکٹ دے دینا پسند کرتے ہیں کہ وہ ہند کی غریب اقوام میں مسیحیت کی تبلیغ کر کے ایک تیسری جماعت پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔ غرض ہمارے بعض اصحاب کی رائے میں مسیحیوں کی ہندوستان میں ایک تیسری جماعت بنانا خلاف مصلحت ٹھہر چکا ہے۔ اب اگر ہند کے مسیحیوں کا رجحان اسی بات کی طرف ہو تو پھر وہی سوال ہمارے روبرو آجاتا ہے جو عنوان میں لکھا گیا ہے کہ ہم کس طرف ہوں؟

ہم اس سوال کا خود جواب دینا فی الحال مناسب خیال نہیں کرتے ہیں۔ اس کے جواب کے لئے مسیحیوں کے روشن دماغ اصحاب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ پہلے خود مسیحیوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے اس مشکل سوال کو حل فرمائیں سوال یہ ہے کہ آیا مسیحی ہندوستان میں ہندو مسلمانوں سے جدا اپنی جماعتی ہستی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اپنی جماعتی ہستی کو ہندو مسلمانوں سے جدا قائم رکھنا نہیں چاہتے تو کیا وہ ہندو قوم میں خلط ملط ہونا چاہتے ہیں؟ اگر وہ ہندو قوم و دھرم میں خلط ملط ہونا نہیں چاہتے تو کیا وہ اسلام اور مسلمانوں میں مل جانا پسند کرتے ہیں؟ ہر ایک ناظرین سے التماس کی جاتی ہے کہ وہ ان سوالات کا جواب تہذیب و شائستگی سے تحریر کرنے کی کوشش کرے اور متعدد و معتبر کرے کیونکہ یہ سوال ہند کے مسیحیوں کی موت و حیات کا سوال نہیں بلکہ ہندی مسیحیت کی بھی موت و حیات کا سوال ہے جس کے ذمہ دار ہندوستان بھر کے مسیحی ہیں۔

شاید کوئی ناظر کہے کہ ہمیں خود سے پیشتر ان اہم و ضروری سوالات پر کچھ روشنی ڈالنی تھی۔ اس کے جواب میں اس قدر گذارش کرنا کافی و وافی ہوگا کہ ہم تحقیق الاسلام اور اپنی دیگر کتب میں مسیحیت اور اس کے متعلقات کا احترام پبلک پر بخوبی ظاہر کر چکے ہیں اور نور افشاں کے کالموں میں بھی مسیحی و مسلم اتحاد پر۔ اس اتحاد کی وجوہات پر مسیحیت و اسلام کے رشتہ پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں اور اس کے سوا ہم "ہندو آریہ دھرم اور شدھی کے معنے" کی ذیل میں ہندو آریہ دھرم کی حقیقت و اصلیت کو ہندو قوم کے اکابرین کی زبانی اس غرض و مقصد کے لئے لکھ رہے ہیں کہ ہمارے اردو خواں ہندی مسیحی ہندو آریہ دھرم کی بابت واقفیت و آگاہی حاصل کریں اور جب اُن کے روبرو ہندو مسلم و مسیحی اتحاد کا معاملہ آجائے یا اُن کے روبرو وہ سوال آجائے جو عنوان میں مرقوم ہے تو وہ اپنے لئے کوئی بہتر فیصلہ کر سکیں۔ پس جبکہ ہماری طرف سے مسیحی پبلک کے روبرو یہ تمام اسباب پیش کئے جاتے رہے ہیں تو اب خود مسیحی پبلک کی طرف سے سوالات مافوق کا کوئی معقول جواب تجویز کیا جانا چاہئے۔ تاکہ آگے کو ہندوستانی مسیحی جماعت ہند میں زندہ رہنے کے لئے کوئی متفقہ طرز عمل اختیار کرے۔ جس سے اس کی اور اُس کے افراد کی ہستی تمام خطروں سے محفوظ ہو کر باقی رہ سکے۔ اگر پیشتر سوال مافوق کا جواب دینا ہمارا ہی فرض ہو تو ہم فی الحال اس قدر اختصاراً جواب دے سکتے ہیں کہ ہم مسیحیوں کی نظر میں مسلمان ہندو آریہ صاحبان مساوی حیثیت و مرتبہ نہیں رکھتے۔ اگرچہ ہمارے رہنماؤں میں سے ایک صاحب نے یہ بات ہمارے جواب میں کھلے الفاظ میں لکھ دی تھی کہ ہمارے نزدیک مسلمان اور آریہ دونوں برابر ہیں۔ ہمیں کسی سے خدا واسطے کا بیر نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک

یہ بات سرتاپا غلط اور گمراہ کُن ہے۔ جس نے اس بات کی گمراہی کو دیکھنا ہو وہ مسیحیت کے متعلق قرآن و اسلام کا اور ستیارتھ پرکاش کا مقابلہ کر دیکھے تو اگر ہمیں مسیحیت سے کچھ بھی انس و محبت ہوگی تو ہمیں قرآن و اسلام اور مسلمانوں سے موافقت کرنا پڑیگی۔ چونکہ یہ مضمون بجائے خود ایک طویل مضمون ہے۔ اس وجہ سے ہم اسے بھی اپنے معزز نامہ نگاروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ خود اس پر مفصل لکھیں۔ غرضیکہ ہندو آریوں یا مسلمانوں کی طرف ہونے والے اصحاب کو چاہئے کہ وہ مقدم الذکر عنوان کے سوال کے جواب میں تحریر کریں۔ کیونکہ اس وقت ہمارا سکوت ہمیں ضرور نقصان پہنچائیگا۔ ہم نے مسیحی پبلک کو آگاہ کر دیا ہے۔ آگے وہ اپنی خیر و شر کی خود ذمہ وار ہے۔

بادشاہ کا جلوس

ناظرین کرام مضمون ہذا کو غور سے پڑھیں۔ یہ واقعی عمدہ خیالات کا مجموعہ ہے۔ ایڈیٹر۔

ناظرین میرا ایک آرٹیکل زیر عنوان مسیح اور اُس کا بادشاہ اخبار نورافشاں مطبوعہ چار مارچ ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا تھا۔ جس میں میں نے اُس بادشاہ کی آمد اور بادشاہت کا ذکر کیا تھا۔ آج میں آپ لوگوں کی خدمت میں اُس بادشاہ کا ایک جلوس پیش کرتا ہوں۔ اس جلوس کا ذکر آپ نے اکثر اوقات اناجیل اربعہ میں پڑھا ہوگا۔ آج آپ کے سامنے مقام مقدس لوقا ۱۹: ۲۹-۴۰ کا پیش کرتا ہوں۔ مصنفان انجیل نے اس بادشاہ اور اور اُسکی مملکت کا صاف طور پر ذکر کیا ہے کہ وہ کل کائنات ارض و سما کا بادشاہ ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بادشاہ کس تزک و احتشام کے ساتھ یروشلم میں داخل ہوا۔ یہ سال اُس کی خدمت کا آخری سال تھا۔ جس وقت یہ یروشلم میں داخل ہوا۔ گلیل کی اطراف سے جنوب کو بڑھ رہا تھا۔ جس وقت بادشاہ نے اپنا قدم یروشلم میں رکھا وہ عید کا موقع تھا۔ اس لئے لوگ ہر اطراف سے عید پر آ رہے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ بادشاہ نے اپنے شاگردوں سے اس موقعہ کا ذکر کیا تھا کہ نہیں۔ چونکہ لوگ ہر جانب سے عید کے لئے آ رہے تھے۔ اس لئے وہ مسیح کے جلوس کو دیکھ کر ایک بہت بڑی بھیڑ کی صورت میں ہو گئے۔ ایک بات ضروری خیال کی جاتی ہے کہ اس بھیڑ میں بہت سے لوگ ایسے ہونگے جنہوں نے مسیح سے شفا پائی ہوگی۔ اور اس کے معجزوں اور کراماتوں کو دیکھا ہوگا۔ اس لئے وہ آج خوشی سے سچائی اور محبت سے بھرے ہوئے شکرگذاری کے ساتھ مسیح کے پیچھے پکارتے ہیں کہ "ہوشعنا" مبارک وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔ ہوشعنا کا اصل مطلب یہ ہے کہ اے خدا میں تیری منت کرتا ہوں کہ نجات دے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ بھیڑ کس دروازہ سے یروشلم میں داخل ہوئی۔ مگر شہر کے قلعہ سے تمام یہودی قوم اُس کو دیکھ رہی تھی کہ یہ کون ہے جس کے پیچھے لوگ چلا رہے ہیں۔ شائد اُنہوں نے بھیڑ سے پوچھا ہوگا کہ یہ کون ہے بھیڑ نے اُن کو جواب دیا ہوگا کہ یہ گلیل کے ناصرت کا وہ نبی ہے جو بادشاہ کہلاتا ہے۔ اس وقت اُنہوں نے پلاطوس کے سامنے یہ کہا ہوگا کہ ایک بادشاہ یروشلم میں داخل ہوا ہے۔ مگر یہودیوں کی مجال نہیں تھی کہ وہ اُس وقت اُس کو کچھ کہتے۔

ہاں ان لوگوں نے چنداں اُس کی پروا نہیں کی وہ اپنوں کے لئے۔ مگر اپنوں نے اُسے نہ جانا۔ گو باہر کے لوگوں نے اُس کا استقبال کیا۔ متی اسکو بادشاہ ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت لوقا بھی تیار ہے کہ کہے۔ کہ صیحون کی بیٹی تیرا بادشاہ گدھی کے بچے پر سوار ہوئے چلا آتا ہے۔ وہ حلیم ہے اور صلح کا بادشاہ ہے۔ اب وہ کتاب جو مسیح سے پانچسو برس پہلے لکھا گیا تھا۔ پورا ہوا۔ فرشتہ کی زبانی مریم کو بھی پیغام دیا گیا تھا کہ ایک لڑکا ہوگا۔ وہ درحقیقت ایک بادشاہ ہوگا خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اس کو دیگا۔ وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کریگا۔ مجوسیوں کی بھی شہادت تھی کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ چند روز کے بعد ہم ایک غیر مسیحی کی عبارت کو تین زبانوں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ دانی ایل ۲: ۴۴ میں ذکر ملتا ہے کہ آسمانوں کا خدا ایک سلطنت برپا کریگا۔ اب سوال یہ کہ ناصرت کا یسوع ہمارا بادشاہ ہے کہ نہیں؟ تو کیا ہم اُسکی مرضی اور علم کو بجا لاتے ہیں کہ نہیں۔ خداوند نے ہمیں ایک تمثیل بتائی کہ ایک بادشاہ بادشاہت حاصل کرنے کو گیا۔ جب واپس آیا تو گھر کے لوگوں نے اُس کی آمد کی تیاری نہیں کی تھی۔ ہمارا خداوند یسوع مسیح جو دوبارہ واپس آنے والا ہے۔ کیا ہم اس کی غیر حاضری میں اپنے آپ کو مغرور پاتے ہیں؟ خبردار۔ ہم آزمائش میں نہ پڑیں۔ جب تک کہ وہ نہ آئے۔ کیا ہمارے پاس اس کے لئے جگہ ہے؟ اب میں آپ کی توجہ پھر اُس بھیڑ کی طرف دلاتا ہوں وہ ایک جمعہ کی شام کو سرداروں کاہنوں کے ہمراہ ایک بہت بڑا شور مچاتی ہے اور با آواز بلند پکار رہی ہے کہ یہ ہمارا بادشاہ نہیں ہے۔ اس کو صلیب دے صلیب۔ اس کو لے جا۔ یہ بھیڑ علاقہ یہودیہ سے آئی ہوئی تھی۔ پہلے لوگ اُس کے آگے انگوروں کی ڈالیاں اور کھجوروں کی ڈالیاں بچھاتے تھے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے تو وہ پکارتے تھے کہ یہ ناصرت کا نبی ہے۔ مبارک ہو وہ نبی جو خدا کے نام پر آتا ہے۔ جب یہودیوں نے اس نظارے کو دیکھا تو انہوں نے اس کو کہا۔ ان کو منع کر۔ مگر یسوع کا جواب ان کے لئے یہ تھا کہ اگر یہ چپ ہو جائیں تو پتھر بول اُٹھینگے۔ مسیح کا یہ کلام بالکل سچ تھا۔ کیا اُس نے ہم کو دنیا کے پتھروں میں سے صاف نہیں کیا؟ بے شک اس نے ہم کو اپنی انگوٹھی کے نگینے میں لگایا۔ ہم اس قوم یہود کے مقابلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ایسے پتھر موجود ہیں جو خوشی سے اُس کو ہوشعنا پکار سکتے ہیں۔ جب ہم یہ کر سکتے ہیں تو کیا خوشی سے ہم اور ہمارے بچے اپنے ہاتھوں میں انگوروں اور کھجور کی ڈالیاں لیکر اسکا استقبال نہ کریں؟ کیا یوحنا مکاشفہ ۷: ۹-۱۰ میں اس کو ایسی جگہ بلند نہیں کرتا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک بڑی گروہ دیکھی جو سفید تھے اور اُن کے ہاتھوں میں کھجور کی

کلارک آباد کی مسیحی بستی

کلارک آباد کے متعلق رسالہ مسیحی نے جو ریمارکس اپنی گذشتہ اشاعت میں کئے تھے۔ اُن کے جواب میں ہمارے پاس ذیل کے دو مضامین آئے ہیں۔ نامہ نگار اپنی تحریروں کے خود ذمہ دار ہیں۔ ہم یہ مضامین اس لئے درج اخبار کرتے ہیں کہ رسالہ مسیحی کے بیان میں اگر غلطی ہو تو دونوں مضامین کو پڑھ کر اسکی اصلاح کر دی جائے۔ نور افشاں اس معاملہ میں غیر جانبدار رہے۔

ایڈیٹر

مندرجہ بالا عنوان کا مضمون جو کہ "مسیحی" کے ماہ مئی کے پرچہ میں شائع ہوا۔ ہماری نظر سے گذرا ہم ناظرین نور افشاں کی توجہ اس مضمون کے آخری حصہ کی طرف دلایا چاہتے ہیں تاکہ وہ غلط فہمی جو کہ "مسیحی" کے ریمارک سے پھیلی ہو دُور ہو۔

کلارک آباد کا لڑکوں کا سکول ۱۸۸۱ء میں قائم کیا گیا۔ اول اول مسٹر و مسز بیٹیل صاحب ان کے انچارج مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں بہت تھوڑا وقت تعلیم پر صرف کیا جاتا تھا۔ مگر زیادہ وقت طلباء کو کھیتی وغیرہ سکھانے میں خرچ کیا جاتا تھا شروع شروع میں یہ سکول ایک معمولی پرائمری درجے کا سکول تھا۔ جہاں کہ صرف اُردو لکھنا اور پڑھنا اور قدرے حساب وغیرہ سکھایا جاتا تھا۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں بیٹیل کو بوجہ علالت مسز بیٹیل کے ولایت جانا پڑا۔ اُن کی جگہ پادری ٹی۔ جے۔ لی صاحب صرف دو سال کے لئے اس خدمت پر تعینات کئے گئے اور پھر ۱۸۹۳ء میں پادری ٹی۔ ہولڈن صاحب سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ مگر آپ نے بھی صرف دو سال ہی اس خدمت کو انجام دیا۔ ان کے بعد ۱۸۹۵ء میں مسٹر کلیکسٹن ولایت سے اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے اس خدمت کو ۱۹۰۱ء تک نبھایا۔ چونکہ سکول ہذا میں زیادہ تعداد یتیم لڑکوں کی تھی۔ سو آپ کو فکر دامنگیر ہوا کہ طلباء کو کوئی نہ کوئی دستکاری بھی سکھائی جائے تاکہ وہ جوان ہو کر اپنی روزی آسانی سے کما سکیں۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر آپ نے اپنی ان تھک کوشش سے ان لاوارث لڑکوں کے لئے انڈسٹریل سکول بھی جاری کر دیا جس میں درزی کا، بڑھئی اور باغبانی کا کام سکھایا جاتا تھا۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں جبکہ راجپوتانہ میں سخت کال پڑا تو وہاں سے کافی تعداد میں لاوارث بچے اس سکول میں لائے گئے۔ اس سبب سے انڈسٹریل سکول کا ہونا اور بھی لازمی قرار دیا گیا۔ مگر بدقسمتی سے ۱۹۰۱ء میں مسٹر کلیکسٹن کی صحت خراب ہو جانے کے سبب ولایت جانا پڑا اور سکول کو بغیر کسی سپرنٹنڈنٹ کے رہنا پڑا مگر پادری ہولڈن صاحب جو کہ اس وقت جھنگ بار میں مشنری انچارج تھے۔ اکثر سکول کے معائنہ کے واسطے ادھر تشریف لایا کرتے تھے۔

سنہ ۱۹۰۲ء میں مسٹر اے۔ ڈنگورتھ اس کام کے لئے ولایت سے تشریف لائے اور آپ نے ۱۹۰۳ء میں سکول کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ صاحب موصوف نے ۱۹۰۷ء تک اس سکول میں بڑی جانفشانی سے کام لیا جون ۱۹۰۷ء پادری سی۔ ایم گگاف صاحب نارووال سے تبدیل ہو کر کلارک آباد تشریف لائے اور مسٹر ڈنگورتھ نارووال تبدیل کئے گئے۔ اس وقت مسٹر ایچ۔ ای کلارک گاؤں کے انتظام کے واسطے تعینات کئے گئے آپ پادری آر۔ کلارک صاحب کے فرزند ہیں جن کے نام نامی سے یہ بستی کلارک آباد کے نام سے مشہور ہے۔ اس زمانہ میں گاؤں کے زمینداروں کے بہت کم لڑکے سکول میں تعلیم کے لئے آتے تھے۔ مگر مسٹر کلارک نے مزارعہ کے واسطے یہ حکم صادر کیا کہ جو شخص اپنے لڑکوں کو سکول نہ بھیجیگا اُس کی زمین چھین لی جاویگی اس حکم کے صادر ہوتے ہی لوگوں نے اپنے بچے بھیجنے شروع کئے اور سکول میں کافی تعداد طلباء کی ہو گئی۔ ۱۹۰۹ء میں مڈل کلاس بھی شروع کر دی گئی۔ اور سکول ورنیکولر مڈل کے درجہ تک کر دیا گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس سکول میں ان غریب والدین کے بچے جو کہ انگریزی سکول کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے مڈل پاس کرنے کے بعد نارمل سکول میں ٹریننگ حاصل کر کے معلمی کا کام کرنے کو تیار ہو سکتے تھے۔ پادری گگاف صاحب کے زمانہ میں اس سکول نے بہت ترقی کی۔ علاوہ ازیں آپ کی کوششوں سے ۱۹۱۳ء میں ٹریننگ کلاس بھی جاری کی گئی۔ اس کلاس میں وہ طلبا جو کہ پانچویں جماعت پاس ہوں داخل کئے جاتے تھے۔ اور ۹ ماہ کی ٹریننگ کے بعد کامیاب طلبا کو محکمہ تعلیم کی طرف سے سارٹیفکیٹ ملتا تھا۔

۱۹۱۴ء میں پادری گگاف ولایت تشریف لے گئے۔ اور پھر دوبارہ ہمارے بزرگ پادری ڈنگورتھ صاحب اس سکول کے انچارج مقرر ہوئے۔ پھر یکے بعد دیگرے یعنی مسٹر کلی۔ مسٹر برانچ اور مسٹر لونگ تھوڑا تھوڑا عرصہ اس سکول کی خدمت کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں جب پادری گگاف صاحب ولایت سے واپس آئے تو اُن کو بڑی امید تھی کہ وہ پھر اس سکول میں اپنی خدمت سے سکول کو فائدہ پہنچا وینگے۔ مگر پادری ای ایف۔ ای وگرم صاحب کو جو کہ سی۔ ایم۔ ایس کے سکریٹری تھے ولایت جانا پڑا۔ اور اُن کی جگہ پادری گگاف صاحب سکریٹری مقرر ہوئے۔ تاہم جب جب آپ کو موقعہ ملتا آپ سکول ہذا کا معائنہ کرنے آیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد سکول کے پھر نصیب جاگے۔ مسٹر فضلی اس کے مینیجر مقرر ہوئے۔ آپ نہایت ہی قابل۔ لائق تجربہ کار اور غیرتمند مشنری ہیں۔ آپ کے نام نامی سے بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ بڑی جانفشانی اور تندہی سے خداوند کا کام کر رہے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں سکول کو خوب ہی رونق اور ترقی نصیب ہوئی۔ ہم محکمہ تعلیم کے افسروں کی رائے نمونہ کے طور پر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس سے سکول کی حالت اور مسٹر فضل کی قابلیت کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک افسر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

آج مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۲۷ء کو میں نے ہمراہ اپنے

پرنسل سٹٹ صاحب اور شیخ محمد لطیف اے۔ ڈی آئی۔ اس سکول کا سالانہ معائنہ کیا عمارت نہایت ہی عمدہ۔ کافی اور مصفا ہے۔ سامان سکول عمدہ اور کافی ہے۔ سٹاف سب ٹرینڈ اور کافی ہے۔ بورڈنگ ہوس کا انتظام لڑکوں کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

(۲) میں پرندوں کے قسم قسم کے انڈے اور تیتریاں دیکھکر بہت خوش ہوا۔ جو کہ طلبا نے جمع کی ہوئی تھیں۔

(۳) بڑھئی کا کام بھی سکول ہذا میں کسی قدر سکھایا جاتا ہے۔

(۴) باغبانی کی طرف بھی طلباء کی توجہ دلائی جاتی ہے۔

(۵) پڑھائی تسلی بخش ہے۔ میں سکول میں زندگی کے آثار پاکر نہایت ہی خوش ہوں۔ یہ ساری خوبیاں مسٹر فنل کی ان تھک محنت اور کوشش کا نتیجہ ہیں اور مسٹر موصوف سے ملکر بہت ہی خوش ہوں۔ مڈل کے امتحان کے واسطے " " " " ہم اطلبا بھیجے گئے جس میں سے ۱۰ کامیاب ہوئے"۔

ہم مسٹر فنل کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ خداوند آپ کو اور بھی قوت اور دانائی بخشے۔ تاکہ آپ کی محنت اور کوشش سے سکول دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ ہم گاؤں والوں کو خوش نصیب کہینگے۔ کہ جن کے درمیان ایسی ہستیاں موجود ہیں ✤

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم "مسیحی" کے مضمون کے ساتھ ہرگز ہرگز اتفاق نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی انصاف پسند ایسا کریگا۔ ہمارے فخر قوم مسٹر کے۔ ایل رلیا رام صاحب کو اتفاقیہ این۔ ایم۔ ایس کی میٹنگ کے لئے کلارک آباد تشریف لے جانا پڑا ہمارے خیال میں یہ آپ کا پہلا موقعہ ہے کہ آپ نے اس مسیحی بستی میں قدم رکھا۔ آپ سکول کے احاطہ میں صرف چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ ٹھہرے اور پھر لطف یہ کہ سکول بوجہ تعطیل اتوار بند تھا۔ بھلا انصاف تو یہ کہ ایسی حالت میں کسی کے کام کے لئے کوئی اپنی کیا رائے دے سکتا ہے۔ اور پھر اتنے قلیل وقت میں؟ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کسی نے آپ کو اس سکول کی نسبت بتادیا ویسا ہی آپ نے "مسیحی" کے پرچہ میں اس پر رائے لکھدی۔ مگر ہمیں واثق امید ہے کہ آپ اصلیت سے بخوبی واقف ہو جاوینگے۔ ہم یہ معلوم کرکے نہایت ہی خوش ہیں کہ امسال محکمہ تعلیم نے اس سکول کی گرانٹ میں اور بھی اضافہ فرمایا ہے۔ ہم مسٹر فنل اور سکول سٹاف کو مبارکباد دیتے ہیں۔ (باقی باقی)

کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر رسالہ مسیحی لاہور

جناب ایڈیٹر صاحب نور افشاں۔ رسالہ مسیحی میں جو مضمون دربارہ بستی کلارک آباد مئی کے پرچے میں شائع ہوا ہے وہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ اس کے دیکھنے سے سخت مغالطہ پڑتا ہے۔ حیرانی ہے کہ ایسی غلطی کس طرح ایک فاضل ایڈیٹر کر سکتا ہے۔ جسے محکمہ تعلیم کا بھی کافی تجربہ ہو۔ انہوں نے جو کچھ کلارک آباد اور سکول کی نسبت لکھا وہ نہ صرف غلط ہی ہے بلکہ بہت کچھ حقیقت کے خلاف ہے۔ ہم ہر ایک بات کا جواب پورا پورا دے سکتے ہیں۔ مگر یہاں صرف چند ایک بات کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ صرف اس واسطے گذارش کی جاتی ہے کہ مسیحی کے مضمون سے کلارک آباد کی نسبت جو غلط فہمی پھیلی ہے اس کی صفائی ہو۔

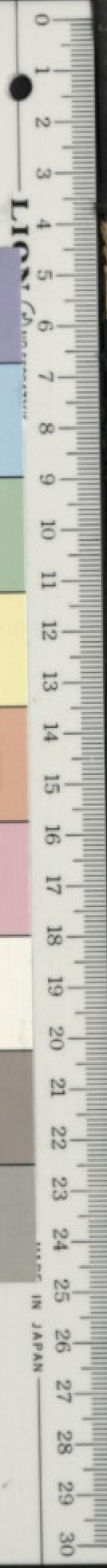
آپ فرماتے ہیں کہ کلارک آباد کے زمیندار خوشحال ہیں اور ہر طرح کی آسانی مہیا ہے۔ اس کے جواب میں اس قدر کہنا ہے کہ اگر زبانی اس کا ثبوت لینا چاہو تو ایک دفعہ اور کلارک آباد تشریف لادیں تو وہاں ہمارے کئی رشتہ دار اکٹھے ہو کر آپ کو اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب سُنا کر اور ہر ماہ میں جتنے دن بھوکے بیٹھے رہتے ہیں اور جتنے دن پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت سنا دینگے۔ جس سے کلارک آباد کی موجودہ خوشحالی کی اصلیت آپ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگی۔

جنا بمن دور کے ڈھول ہی سہانے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر نزدیک سے سنیں تو کانوں پر ہاتھ دھریں کلارک آباد کی صاف سڑکیں باغ باغیچے پارک اور پائین باغ کوٹھیاں اور بنگلے دیکھکر یہ فیصلہ دے دینا کہ یہاں کے لوگ خوشحال اور فارغ البال ہیں ٹھیک نہیں ہے۔

اگر آپ کسی وقت فرصت دیتے اور ٹھنڈے دل سے ہماری فریادوں کو بھی سنتے تو آپ کو اصل حالات سے آگاہی ہوتی۔ رات کے وقت گھروں میں جو ہمارے بڑے بوڑھے اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں وہ اکثر کلارک آباد کے گذرے دنوں کی آسائشوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنکو اگر آپ بھی سنیں تو اس وقت کی حالت کے مقابلے سے آپ کو ضرور رحم پڑے اور ہماری فارغ البالی پر رحم آئیگا۔ نیز کلارک آباد کے گذرے افسروں کے نام اور حالات جو آپ نے لکھے ہیں وہ بھی ہمارے بزرگوں کے بتانے کے موافق ناکمل ہیں۔ اگر آپ شروع سے کلارک آباد کے ٹھیک حالات دریافت کرنا چاہتے تو بزرگ پاسنت شاہ صاحب سے دریافت کر سکتے۔ جنکو بزرگ پادری کلارک صاحب اور بیٹمین صاحب اور بیٹیل صاحب سے ملکر کلارک آباد کے لئے سب سے زیادہ محنت کرنے کا فخر حاصل ہوا تھا۔ لیکن چونکہ زمانے کی گردش کے سبب آج وہ معمولی لوگوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ شاید اسی لئے آپ نے ان کا نام بھی اپنی فہرست میں لکھنا اپنی کسر شان خیال کیا ہے۔ سچ ہے

بابا کو بابا ملے کر کر لمبے ہاتھ
تلسی داس غریب کی کوئی نہ پوچھے بات

اور لڑکوں کے سکول کے لئے جو آپ نے بیان لکھا ہے وہ تو پڑھنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے آپ کے کانوں کو خوب بھرا ہے۔ اور وہ بھی غلط بیانیوں سے بھرا ہے۔ کیونکہ سب سکولوں کی حالت عموماً تعطیلوں کے دنوں میں ہمیشہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ یہ سکول بھی چونکہ تین ہفتوں سے بند پڑا تھا اور سب سامان وغیرہ گودام میں بند تھا۔ آندھیوں اور بارش کے



سب سب کرے خاک آلودہ پڑے تھے۔ چونکہ سکول کھلنے پر بسبب صفائی ہونے کے پھر اپنی اصلی حالت پر آ گئے تھے۔ تو پھر آپ نے سکول کی دیواروں اور بند دروازوں کو ہی دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لیا کہ یہاں کی تعلیم خراب اور پرانی اور پرنسپل تعلیمی حالات سے ناواقف اور ہیڈ ماسٹر ناقابل و سارا اسٹاف ردی ہے۔ گویا آپ نے تو سارے انتظام کی خوبی کو ہی مٹا دیا۔ سب کو ایک دم میں نالائق اور ناقابل ظاہر کر دیا۔ لیکن جناب کو معلوم ہو کہ تمام سرکاری انسپکٹر صاحبان جو لائق و نالائق کو ایک ہی نظر میں بھانپ لیتے ہیں۔ وہ ہر سال لاگ بک میں اپنی راؤں کو لکھتے رہے ہیں اور اس سال بھی انسپکٹر صاحب کی یہ رائے لکھی ہوئی موجود ہے کہ سکول اعلےٰ پیمانے پر چل رہا ہے۔ ہیڈ ماسٹر اور اُس کا سٹاف کافی لائق ہے۔ اس رپورٹ کو ہر ایک لاگ بک میں پڑھ سکتا ہے۔ اس کے سوا اس سال مڈل کا نتیجہ بھی ملاحظہ کر سکتا ہے۔ ۹۸ میں سے ۔ اطلبا کامیاب ہوئے ہیں تو کیا ہیڈ ماسٹر اور اس کے سٹاف کی نالائقی کے ایسے ہی ثبوت ہوا کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محکمہ تعلیم کے اعلےٰ افسران بھی سالہا سال سکول کا معائنہ کرتے ہوئے بھی اس نتیجہ تک نہ پہنچ سکے جس نتیجہ تک سالہ مسیحی کے ایڈیٹر صاحب بند سکول کا چند منٹ ملاحظہ کرنے کے بعد پہنچ گئے۔ اگر جناب کی چشم بصیرت میں اتنی بینائی ہو تو پھر دوسرے مدارس کی تہ تک خبر ہو سکتی ہے۔ جب آپ انجناب ملاحظہ فرمائیں۔ نیز سرکاری انسپکٹر صاحب سکول کی لاگ بک میں ہمیشہ اس بات کی تعریف کرتے رہے ہیں کہ ضلع لاہور کے تمام مڈل سکولوں میں سے کلارک آباد سکول کی عمارت سب سے اچھی اور کافی ہے۔ یقین نہ ہو تو آپ سارے ضلع میں پھر کر مقابلہ کر لیں پہلے ہمارے پڑوس کے سکولوں کو ہی لیویں۔ یعنی رائے ونڈ اور کوٹ رادھا کشن۔ ان دونوں سکولوں کی عمارت سے کلارک آباد سکول کی عمارت کا مقابلہ ایسا ہے جیسے کسی کی جھونپڑی سے۔

آخر میں جناب ایڈیٹر صاحب ایک عرض اور بھی سن لیجئے اور غور سے سنئے۔ کیونکہ نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اور سب باتوں کی صلاح تو آپ دے سکے لیکن کلارک آباد کے سکول کو ہائی یا انگریزی بنانے کی صلاح تو کبھی نہ دی۔ کیا اس سے یہ بات سمجھی جائے کہ جناب کلارک آباد کے دیہاتی مسیحیوں کے بچوں کی تعلیم کے مخالف ہیں؟ اور جو تھوڑی بہت تعلیم انہیں ملتی ہے اب اس سے بھی بیزار ہیں؟ ورنہ آپ کو مڈل سکول کے خلاف لکھنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ سو ایڈیٹر صاحب گستاخی معاف۔ بے سمجھے سوچے اور سنی سنائی باتوں پر دوسروں کی نکتہ چینی کرنی آپ کی شان کے شایاں نہیں۔ اور خاصکر شخصی حملہ کرنا کہاں کی تہذیب ہے؟ آپ نے کونسا سکول کا خاص طور پر معائنہ کیا تھا کہ سب نقص ایک دم ہی دیکھ لئے۔ ہر ایک گھمار کو اپنا ہی برتن بھلا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو لاہور سے بھاگ ہم کو کلارک آباد سے سہاگ۔ ہمارا تمام سٹاف سرکاری سند یافتہ ہے۔ تین اُستاد ایس۔ وی ہیں۔ ایک ایف۔ اے۔ جے۔ اے۔ وی اور باقی اُستاد جے۔ وی ہیں۔ سو بتائیں کہ ایک مڈل سکول کے لئے اور کون سے ایم۔ اے پروفیسر ہونے چاہئے جس کا مطالبہ کیا گیا ہے؟ ہیڈ ماسٹر صاحب عرصہ اُنیس سال سے اس سکول پر ہیں۔ اُن کو کافی سے زیادہ تجربہ ہے۔ پرنسپل صاحب چھ سات سال سے یہاں پر ہیں۔ خوب محنتی اور کام کرنے والے ہیں۔ اور چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے منتخب ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ کون سی کمی باقی ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے مسیحی میں سکول کے خلاف شور مچانا ضروری تھا۔ مہربانی سے ایک دفعہ اور کلارک آباد تشریف لاویں عام لوگوں سے ملیں۔ اُستادوں سے ملیں۔ پھر آپ کو اس تحریر کی صداقت معلوم ہوگی۔ زیادہ آداب۔

راقم:۔ ایک سابق طالب علم
سکول کلارک آباد

نامہ نگار نور افشاں مسیحی خبریں ضرور ارسال فرماتے رہیں+

کانفرنس اور قوم

بہ عنوان مافوق کی ذیل میں مسٹر موسےٰ خاں کے اس مضمون کا جواب مدیر ناظرین کرتے ہیں جو آپ نے بھوت کے سایہ کے عنوان کی ذیل میں پنجاب کرسچن کانفرنس کو اور مسیحیان پنجاب کو دیا تھا۔ اس جواب میں بعض اہم امور غور و فکر کے لئے پیش کئے گئے ہیں امید واثق ہے کہ ناظرین کرام ان پر بھی غور فرمائینگے۔
ایڈیٹر

مدیر نور افشاں نے اپنے ناظرین سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں کہ کیا پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس کو مسیحی جماعت کا نمائندہ بنایا جا سکتا ہے یا کسی دوسرے نظام کی ضرورت ہے مجھے آج تک یہ غلط فہمی رہی ہے کہ نور افشاں ایک تبلیغی اخبار ہے اور اُس کی حد نگاہ غیر مسیحی جماعتیں ہیں۔ اور وہ اپنے دامن کو اندرونی جھگڑوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ کار کنان نور افشاں نے اپنے حلقے کو وسیع بنا دیا ہے۔ . . . . . .

. . . . اس لئے اس موضوع پر نیک نیتی سے چند خیالات ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

سب سے پہلے مجھے اپنے محترم دوست خان موسےٰ خان صاحب سے دو شکائتیں ہیں۔ اول یہ جس ترشی اور تلخ بیانی سے اُنہوں نے کام لیا ہے وہ بالکل غیر ضروری ہے۔ کیا بہتر ہو اگر ہم اپنے جماعتی معاملات میں ٹھنڈے دل اور صاف طبیعت سے ایک دوسرے سے لے دے کر سکیں۔ تاکہ کسی قسم کی رنجش پیدا نہ ہو (دوم) خان صاحب ہماری جماعت کے ہونہار اخبار نویس ہیں۔ اور اُن کی اعلےٰ ہمت اور ملی غیرت سے ہمیں بڑی توقع ہے۔ اس لئے اُن پر لازم ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں وہ کسی قدر زیادہ ذمہ واری سے کام لیا کریں۔ انہوں نے چند ایک ایسی غلط بیانیاں کی

ہیں جو ناواقفیت پر مبنی ہیں۔ اور اگر وہ مضمون تحریر کرنے سے پہلے مسٹر ایم۔ این بوز یا کسی اور کارکن کانفرنس سے دریافت فرمالیتے تو بہتر ہوتا۔ ان کا یہ کہنا کہ کانفرنس کی مجلس انتظامیہ کے صرف تین ممبر وہاں حاضر تھے بالکل غلط ہے کم از کم دس ممبر یا کورم موجود تھا۔ کیا مسٹر سالومن ڈیوڈ۔ مسٹر ایا داس مسٹر وارث۔ پادری دینا ناتھ صاحبان وغیرہ کانفرنس کی کمیٹی کے سربرآوردہ شرکاء میں سے نہیں۔ اس کے علاوہ آپ اس خاص جلسے کی علت غائی کو ہی نہیں سمجھے۔ رائے بہادر ایس۔ کے۔ رُدرا جو کہ آل انڈیا کرسچن کانفرنس کے صدر ہیں تھوڑے عرصے کے لئے پنجاب تشریف لا رہے تھے۔ کانفرنس کے صدر اور اس کے اعزازی ناظم صاحبان نے مناسب سمجھا کہ پنجاب کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی کا ایک جلسہ اس غرض کے لئے بلایا جائے تاکہ رائے بہادر موصوف سے مسیحی جماعت کی سیاسی نمائندگی کے اہم مضمون پر تبادلہ خیالات کر سکے۔ بعض اصحاب نے صلاح دی کہ مناسب ہوگا اگر یہ جلسہ کلارک آباد این۔ ایم۔ ایس کانفرنس کے ساتھ ہی ہو جائے۔ اس سے یہ فائدہ متصور تھا کہ بعض احباب شاید علیحدہ علیحدہ این۔ ایم۔ ایس یا کانفرنس کے جلسے میں شاید نہ جا سکیں۔ لیکن دو جلسوں کے یکجا ہو جانے سے وہ کلارک آباد جانے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اس کے علاوہ این۔ ایم۔ ایس کے جلسے پر دوسرے صاحبان ہونگے جنکی رائے سے فائدہ اٹھایا جا سکیگا۔ اور ان کو بھی اس صلاح مشورے میں شامل کر لیا جائیگا جیسا مسٹر موسیٰ خاں کو معلوم ہے کہ اس موقع پر نہ کوئی فیصلہ ہوا اور نہ رائے شماری کی گئی۔ صرف تبادلہ خیال مقصد تھا اور اس کے لئے ایسے موقع سے فائدہ اٹھانا کارکنان کانفرنس کی دور اندیشی اور صلاحیت کا ثبوت ہے۔

مسٹر موسیٰ خاں صاحب فرماتے ہیں "نہ کرسچن کانفرنس ہی مسیحیان پنجاب سے واقف ہے اور نہ ہی وہ اس سے روشناس" آپ کا یہ بیان ضرور مبالغہ آمیز ہوگا۔ چونکہ آپ خود آگے چلکر فرماتے ہیں کہ ایک سال "کانفرنس کی ندائے فرحت پیام نے پنجاب کے دیہات کو مسیحیوں سے خالی کر دیا"۔ اگر آپ کا یہ کہنا درست ہو تو کانفرنس سے سارے مسیحی دیہاتوں کو واقف ہونا چاہئے۔ برائے خدا ہم اس غیر ذمہ وارانہ طرز تحریر کی بنیاد نہ ڈالیں جن کے معنے شیشے کی طرح صاف نہ ہوں۔ کونسا اردو مسیحی رسالہ ہے جس میں کانفرنس کا ذکر خیر نہیں آتا۔ بعض دفعہ تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اخبارات کے پاس سوائے مشن کی نکتہ چینی کے اور کوئی مضمون ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنے ناظرین کی دلچسپی حاصل کر سکیں۔ اس لئے وہ کانفرنس کو اس مقصد کے لئے ایک دوسرا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ باوجود اس شہرت کے اور باوجود ایک سال "دیہات خالی کرنے" کے بھی کانفرنس کا جماعت کو علم نہ ہو تو مسٹر موسیٰ خاں ہی وہ طریقے بتلائیں جس سے زیادہ اشتہار بازی ہو سکے لیکن یہ فروعی باتیں ہیں۔ اگر خان صاحب اس راگ کو نہ چھیڑتے تو صداقت کی خاطر ہمیں یہ الفاظ لکھنے نہ پڑتے۔ اصل سوال تو یہ ہے (اول) کیا ہم کو بطور جماعت کے کسی نمائندہ مجلس کی ضرورت ہے جو جماعت کی سیاسی۔ اقتصادی اور مجلسی امور میں ترجمانی کر سکے (دوم) کیا کرسچن کانفرنس اس ضرورت کو پورا کرتی ہے یا کر سکتی ہے۔ پہلے ضمن کے متعلق تو شاید ہی اختلاف رائے ہو۔ البتہ ممکن ہے کہ دو قسم کے لوگ ایسی مجلس کے وجود کو غیر ضروری قرار دیں۔ ایک تو وہ گروہ جو پورا قوم پرست ہے اور جو ان جماعتی مجالس کو ملک کے بہترین مفاد کے منافی سمجھتا ہے۔ مجھے اس امر کے اعتراف سے انکار نہیں۔ اگر مسلم لیگ ہندو سبھا۔ خلافت کمیٹی۔ سکھ لیگ اور کرسچن کانفرنس جیسی مجالس ہندوستان میں نہ ہوں اور مشترکہ کانگرس یا ایسی کوئی اور جماعت سب کی طرف سے سیاسی حقوق کی نگہداشت نہ کرے تو موجودہ جھگڑوں کی جڑ اکھڑ جائے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مختلف جماعتیں ابھی اس مرحلے سے دور ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ ہندوستانی مسیحیوں کو سیاسیات سے بالکل کنارہ کش رہنا چاہئے اور ہر کوشش کی تہ میں خود غرضی اسکو نظر آتی ہے۔ لیکن ان دو خیالات کے حامیوں کو چھوڑ کر ہماری جماعت کی کثیر التعداد کم از کم خیالی طور پر ضرور ایک مسیحی جماعت کی نمائندہ مجلس کی اہمیت پر متفق الرائے ہوگی۔ اب یہ جماعت کیسے بنے اور اس کا نظام کیا ہو؟ اس وقت پنجاب انڈین کانفرنس اس فرض کو بُرے یا بھلے طور پر ادا کر رہی ہے۔ کیا کوئی وجہ ہے کہ کیوں نہ اس کو مضبوط بنا کر اُسے اس قابل کر دیا جائے کہ وہ حقیقی معنوں میں جماعت کی ترجمانی کر سکے۔ ہمارا تجربہ تو یہ کہتا ہے کہ کوئی مجلس ایسی بن ہی نہیں سکتی جس پر جماعت کے کسی نہ کسی حصے کو اعتراض نہ ہو۔ آج ہم ہندوستانیوں کی کونسی مجلس ہے جس کے سامنے سارے ہندوستانی سر جھکانے کو تیار ہوں۔ ایسا ہونا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ جب تک ہمارے دل میں حسد اور لڑائی۔ کینہ وری۔ دیگر انسانی کمزوریاں جاگزیں ہیں تب تک یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسی مجلس قائم ہو سکے۔ جسکو سب اپنی نمائندہ مجلس کہہ سکیں۔ آخر کوئی نہ کوئی عہدہ دار منتخب ہونگے۔ اگر وہ کامیاب ہوئے تو مختلف اصحاب مختلف جذبات سے متاثر ہو کر ضرور مخالفت کرینگے اور سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ یہ مشہور کیا جائے کہ وہ مجلس پورے طور پر نمائندگی نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر سیاسی اور اقتصادی مسئلے پر اتفاق رائے نہیں ہو سکتا۔ جو اصحاب مجلس کے اراکین کی کثرت رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کہنا نہایت آسان ہے کہ یہ مجلس تو نمائندہ مجلس ہی نہیں۔ ورنہ وہ ہمارے خیالات کی ہوتی۔ یہ مشکلات فطرت انسانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ کام کرنے والے میں اس قدر طاقت ہو کہ وہ



نا جائز نکتہ چینی کو نظر انداز کرتا ہو۔ اپنے کام میں لگا رہے۔ ورنہ آج ہمارے سارے کام رک جائیں۔ اس لئے یہ تو ہم خیال ہی نہ کریں کہ کوئی ایسی مجلس قائم ہو جائیگی جو کما حقہ طور پر سب کی رضامندی حاصل کریگی۔ صرف اتنی کوشش ہونی چاہئے کہ حتی الوسع زیادہ سے زیادہ اصحاب ہو سکیں دخل لیں اور ہر فیصلہ کثرت رائے پر چھوڑا جائے

اب موجودہ کانفرنس کے نظام میں کونسی خرابیاں ہیں جس پر مسٹر موسے خاں یا ان کے ہم خیال دوستوں کو اعتراض ہے۔ اسکی ممبری ہر مسیحی کے لئے کھلی ہے۔ اگر واقعی ہمارے دل میں قومی محبت ہے تو ممبر بننے میں کونسا امر مارج ہے۔ عہدہ داران کثرت رائے سے چنے جاتے ہیں۔ اگر کثرت رائے کوئی اور عہدہ دار کو چننا چاہے۔ تو یہ بات ان کے ہاتھ میں ہے البتہ یہ بہت ہی ناواجب ہوگا۔ اگر محض شخصی جذبات لیکر ہم کانفرنس کے جلسے کے نزدیک ممبروں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کریں۔ تاکہ ہم کثرت رائے اپنی طرف کر سکیں۔ کیوں نہ اب نور افشاں کا ہر ایک خریدار مسٹر موسے خاں وکیل کیمبلپور سے ممبری کے فارم منگوا کر سالانہ چندہ ادا کرے۔ کیا کانفرنس کو اس سے مضبوط نہ ہو جائیگی اور کیا یہ مسئلہ خود بخود حل نہ ہو جائیگا۔ مسٹر خان صاحب فرماتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ کانفرنس کا جلسہ چند شہروں کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ہوا۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ میرے کرمفرما تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ کانفرنس کا جلسہ ہر گاؤں اور ہر دیہات میں کرنا ناممکن ہے۔ جو لوگ جلسے پر جاتے ہیں ان کو اپنی جیب سے پیسے لگانے پڑتے ہیں۔ اور نکتہ چینی اور دوسروں پر انگشت نمائی کرنے میں تو کوڑی خرچ نہیں آتی۔ لیکن جلسے پر جانے کے لئے دام کی ضرورت ہے۔ اس لئے اگر جلسے ایسی جگہ کئے جائیں جو دور افتادہ ہو تو کتنے ممبر ہیں جو وہاں پہنچنے کی زحمت گوارا کرینگے روپیہ پیسہ کے علاوہ وقت بڑی نایاب چیز ہے اور اپنے کام منصبی سے فرصت پا کر کسی دوسری جگہ جانا آسان نہیں۔ علاوہ ازیں کانفرنس کے اجلاس ان مرکزوں میں ہوتے رہے ہیں جہاں سے کہ دعوت نامہ ملا اور جہاں کہ مسیحیوں نے انتظام اور مہمان نوازی کا بوجھ اپنے ذمے لیا۔ کیا کسی دیہات یا شہر سے دعوت نامہ آیا جسے مسترد کر دیا گیا ہو۔ جلسے کا انعقاد تو شہر یا دیہات کے مسیحیوں پر موقوف ہے۔ کانفرنس پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کانفرنس کے نظام کے مطابق ہر مسیحی مرکز میں کانفرنس کی شاخ قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے اگر مقامی مسیحی دلچسپی لیں۔ اور کوئی باہمت جوان ورڈ وحوت کا بیڑا اٹھائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ کام کرنے والوں کی بہت کمی ہے اور نکتہ چینی کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے۔ میں تو یہی عرض کرونگا کہ ہم اپنی عملی مدد سے کرسچن کانفرنس کو مضبوط بنائیں۔ اگر اس میں کوئی خامیاں ہیں تو انہیں رفع کرنے کی کوشش کریں۔ اسکو تباہ کرنے سے جو رہا سہا تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے وہ بھی بند ہو جائیگا۔ مجالس کو مٹانا آسان ہے۔ ان کو نئے سرے سے بنانا بہت دشوار ہے۔ اس لئے جو کچھ قائم ہے اسے شکر گذاری سے قبول کریں اور اس کو تقویت دیکر اسے زیادہ مضبوط اور زیادہ نمایندہ بنائیں۔ مسٹر موسے خاں جیسے پرجوش اور باہمت نوجوان اگر میدان عمل میں اپنی کمک پہنچائیں۔ تو کانفرنس ضرور اپنے منزل مقصود کو پہنچ جائیگی۔ شاہی کمیشن سال دو سال کے اندر آنیوالا ہے۔ باقی جماعتوں نے اپنی داستانیں ابھی سے لکھنی شروع کر دی ہیں۔ ہمارا طرز عمل کیا ہوگا۔ کیا ہماری طرف سے کوئی عرضداشت پیش نہ ہوگی یا وہ پرانا کھیل پھر کھیلا جائیگا۔ یعنے اگر کانفرنس یا کسی اور جماعت نے تھوڑی بہت کوشش کے بعد کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دیا بھی تو کیا ہم گمنام صاحبان کی طرف اور اسٹیج پر پیش ہونے والے نمایندے سے بھی نہیں۔

بات تو صاف ہے سب سے پہلے تو یہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ کیا ہماری جماعت جداگانہ نیابت کے اصول کو پسند کرتی ہے۔ کیا وہ موجودہ صورت پر قانع ہے کہ سرکار ہمارے نمایندے خود چن لے اور نامزدگی سے ان کو سیاسی مجالس میں جگہ دے اگر ہم انتخاب کا طریقہ پسند کرتے ہیں تو کیا مخلوط حلقے ہمارے لئے کافی ہیں یا ہم دوسروں کی طرح مسیحیوں کے لئے علیحدہ حلقوں کے حق میں ہیں۔ اگر تو فیصلہ ہو سکے تو بہت بہتر۔ اگر اختلاف رائے ہو تو کیوں نہ دونوں راؤں کو پیش کر دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ جماعت میں اختلاف ہے۔ بہرحال ہم اس مضمون پر بحث تو شروع کر دی۔ اگر مدیر نور افشاں اجازت دیں تو کسی آئندہ پرچے میں مفصل دلائل پیش کیجا سکتی ہیں۔ فی الحال ہم کانفرنس کو ضرور مضبوط بنائیں اور اسے جماعت کی ترجمانی کا وسیلہ قرار دیں۔ تاکہ اظہار رائے کا کوئی ذریعہ تو ہمارے پاس رہے۔

بی۔ ایل۔ رلیارام

ماہ مئی کے تیسرے ہفتے میں پادری قاضی خیراللہ صاحب لاہور تشریف فرما ہوئے تھے۔ آپ کو گرمی میں فرائض منصبی کو ادا کرنے کے سبب اس قدر گرمی سے تکلیف ہوئی تھی کہ چلتے چلتے بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے تھے۔ ہوش آنے پر پھر اٹھ کر گھر تک پہنچے تھے اور بخار بھی ہو گیا تھا۔ آپ اسی حالت میں اپنے لاہور کا سودا بار کر کے کلارک آباد پہنچے۔ وہاں پھر انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ ڈاکٹر میسی صاحب کے معالجے سے انہیں پھر صحت و آرام ہو گیا ہے اور وہ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ کلارک آباد میں جناب ڈاکٹر میسی صاحب کی خدمات خود کلارک آباد اور اس کے گرد و نواح کے دیہات کے لئے از حد مفید اور قیمتی ہیں۔

مصر میں مکمل آزادی حاصل کرنے کی لہر پھر اٹھی ہے۔

شکریہ

میں ان دوستوں اور خیر خواہوں کا بدل شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے میرے ناگہانی نقصان اٹھانے اور چوٹیں کھانے اور زخمی ہونے پر اظہار ہمدردی فرمایا۔ نیز میری تندرستی و سلامتی کے لئے دعائے خیر کی۔ اب میں بالکل تندرست ہوں کوئی صاحب فکرمند و غمگین نہ ہوویں۔ خدا اپنے بندوں کو ہر آفت و بلا سے مامون و محفوظ رکھے۔ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۲۶ء

طالب۔ چرچ روڈ۔ لاہور

ضرورت ہے

سکندرا (آگرہ) سی ایم۔ ایس اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کے واسطے جو مسیحی لڑکوں کا بورڈنگ سکول بھی ہے (۱) ایک ایف۔ اے یا ایس ایل سی سی ٹی کی ضرورت ہے تنخواہ ۶۵ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک دی جائیگی۔

(۲) ایک۔ ایس۔ ایل۔ سی یا میٹرک پاس کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۱۱۵ روپیہ ماہوار دی جائیگی۔ امیدوار اپنی درخواستوں کے ساتھ اپنی عمروں کا ذکر کریں۔ نقول سندات کے ساتھ انہیں پادری ایف۔ ڈبلیو ہنٹن پرائمری مصوری کے پاس روانہ فرمائیں۔

المشتہر

پادری ایف۔ ڈبلیو۔ ہنٹن
پرائمری مصوری

امتحان انٹرنس کا نتیجہ نکل آیا۔

خبریں

افسوس کہ یکم جون۔ ۴ بجے کے قریب مسٹر الفریڈ صاحب ہیڈ ماسٹر (لاہور) کی جوان لڑکی انتقال کر گئیں۔ ہم اس کے عزیز و اقربا کے لئے خدا سے دلی اطمینان اور تسلی کے طلبگار ہیں۔

احمد آباد ۳۱ مئی۔ کو پیپینا میں ایک ریلوے ٹرین میں ڈاکہ ڈالے جانے کی اطلاع ملی ہے کہا جاتا ہے کہ ایک دس سال کی لڑکی کے جسم سے ۱۲۰۰ روپیہ کے زیورات اتارے گئے۔ جن مسافران نے ڈاکوؤں کو روکنے کی کوشش کی۔ انہیں لاٹھیوں سے زدو کوب کیا گیا۔ آخرکار ڈاکو بھاگ گئے۔

(نمائندہ ازم)

منٹگمری۔ ۳۱ مئی۔ دیہاتی لوگوں کی کونسل نے ڈپٹی کمشنر کی زیر صدارت ایک جلسہ میں اس مطلب کا ایک رزولیوشن پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ منٹگمری میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کا فیصلہ کیا جائے۔

(نمائندہ ازم)

نئی کتابیں

الوولو۔ افریقہ کے بانٹوں کے جنگل میں خداوند یسوع مسیح کے ایک مناد الوولو کا دلچسپ تذکرہ صفحہ ۱۲ ۱ء

آیت الرجم۔ اسلام میں بدکاری کی سزا۔ سنگساری کا بیان صفحہ ۳۲ - ۱ر

الہام۔ عہد عتیق کے الہام اور الہام پر اسلامی خیال کی بحث۔ قرآن کی قدامت اور تواریخ پر تنقید اور قرآن میں تحریف صفحہ ۵۶ - ۲ر

عالمگیر مذہب۔ از خواجہ۔ اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسیحیت ہی وہ دین واحد ہے جو دنیا بھر کے بنی نوع کے روحانی تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے صفحہ ۶۴ - ۳ر

تکشیف التثلیث مسئلہ تثلیث فی التوحید پر قرآن و انجیل کی شہادت۔ نیز قرآن نے جس مثلث کا تثلیث کا ذکر کیا ہے اسکی حقیقت ظاہر کی ہے۔ مسیح کی الوہیت و ابنیت پر بھی روشنی ڈالی ہے صفحہ ۹۶ - ۸ر

وید قرآن اور بائبل کی دعائیں۔ مصنفہ پادری سلطان محمد خاں صاحب۔ اگر آپ اس کتاب کا ایک بار مطالعہ کرلیں تو ممکن نہیں کہ ویدک تعلیم پر بائبل کی تعلیم کو ترجیح نہ دیں۔ نہایت عمدہ کتاب ہے - ۴ر

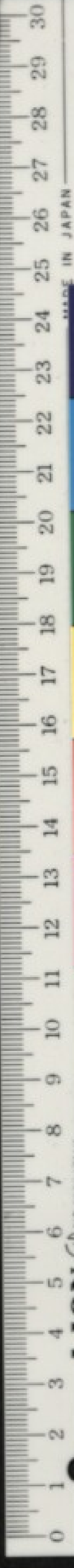
محمد عربی و مسیح ناصری۔ قرآن و انجیل سے آنحضرت اور مسیح کی زندگیوں کا مقابلہ کرکے مسیح کی فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ صفحہ ۹۶ - ۱۲ر

خفیہ شاگرد۔ صفحہ ۱۲ - ۲ پائی

المشتہر۔ سکرٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی۔ لاہور

مسز اے۔ بی گولڈ صاحبہ آنجہانی

ہمیں یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوا ہے کہ ۱۹ مئی کے روز دہرادون میں مسز اے۔ بی گولڈ صاحبہ اپنی زندگی کی دوڑ ختم کرکے ابدی آرام میں داخل ہوگئیں اور اپنے عزیز شوہر اور بچوں اور عزیزوں کو داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ ایک نہایت غیرتمند اور سرگرم ڈاکٹر مشنری مسیحی لیڈی تھیں جنہوں نے اپنی زندگی کی خدمات سے ہزارہا مصیبت زدوں کو مصائب سے چھڑایا تھا۔ آپ اپنے غیرتمند اور سرگرم مسیحی مشنری پادری اے۔ بی گولڈ صاحب کے ہمراہ سرگرمی سے مشنری خدمات کو انجام دیتی رہیں۔ کچھ مدت انبالہ چھاؤنی میں بیمار رہ کر دہرادون جاکر انتقال فرما گئیں۔ ہمیں مرحومہ کے تمام عزیز و اقارب سے دلی ہمدردی ہے۔ اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا مرحومہ کے پسماندگان کو دلی تسلی اور اطمینان عطا فرمائے۔ آمین +



جواب دیا کہ اگرچہ میں آگ کی بھٹی میں کیوں نہ ڈالا جاؤں مگر میں فانی معبودوں کے آگے قربانی نہ چڑھاؤنگا اور تھیوڈورا کی نسبت مجھے کچھ علم نہیں۔ اس پر حاکم نے حکم دیا کہ اُس کا سر کاٹا جائے اور پھر اُس کا بدن جلایا جائے۔ جب دیدیمس نے یہ سنا تو خدا کا شکر کیا اور جب جلاد اُسے مقتل کو لے جا رہے تھے اُس وقت تھیوڈورا بھی آپہنچی۔ دیدیمس نے کہا "اے خاتون! تاج شہادت میرا ہے کیونکہ موت کا حکم میرے لئے ہوا ہے" تھیوڈورا نے کہا کہ اے بھائی میری رضا تھی کہ تو میری عصمت بچائے۔ میں نے بدنامی سے نفرت کی تھی مگر موت سے نہیں ڈرتی تھی۔ اگر تو نے مجھے شہادت کے تاج لینے سے محروم رکھنے کا ارادہ کیا ہے تو تو نے مجھے دھوکا دیا ہے" آخر الامر حاکم نے حکم دیا کہ دونوں کا سر قلم کیا جائے۔ اور اس طرح دونوں بہادر دلوں میں سے ہرایک نے یہ کہتے ہوئے تاج شہادت حاصل کیا کہ ؎

اے گور و اجل مجھکو ترا خوف نہیں ہے
یاں نقشِ تصلیب مرے زیب جبیں ہے

اے مسیحی نوجوانو! کیا آپ بہادر تھیوڈورا اور دلاور دیدیمس کی مانند مسیح پر ایمان رکھنے کی خاطر ایذا پانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

راقم:- (مسز) کے۔ خیر اللہ سکلارک آباد

مشن سکول میں آجکل بہت چہل پہل ہے۔ دیہات سے سینکڑوں کی تعداد میں لڑکے سکول میں داخل ہونے لگے آرہے ہیں اور ہر ایک سیکشن ایک کی بجائے دو دو کر دیئے گئے ہیں اور استادوں میں بھی اضافہ کرنا پڑا گیا ہے۔ ماسٹر ٹیک چند بی۔اے کو جو کہ اسی سکول کے بہت پرانے ماسٹر ہیں پھر تعینات کر دیا گیا ہے اور ایک دو اور ماسٹروں کو رکھنے کے لئے تجویز ہو رہی ہیں یہ ترقی اس لئے ہوا کہ پادری سنگر صاحب اور ان کے لائق سٹاف کی تعریفیں سن سنکر لڑکے دیہاتوں سے جوق جوق آرہے ہیں (ٹی۔سی چوپڑا۔ چھاؤنی نبوں)

انبالہ چھاؤنی میں ایک جین بیرسٹر کا لیکچر اور انجیل

ہم بیان ذیل کے لئے مسٹر نیوٹن گل صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ امید وار ہیں کہ خدا کے فضل سے صحتیاب ہو کر اس قسم کے حالات آگے کو بھی روانہ کرتے رہینگے۔

ایڈیٹر

مئی ۷ بوقت ۸ بجے شام کو صد ہا سامعین ہنود کے سامنے جناب لالہ چمپت رائے صاحب بیرسٹر ہردوئی کا لیکچر ہوا۔ آپ تفریح طبع کی غرض سے کشمیر کو جا رہے تھے۔ ایک دن کے واسطے آپ انبالہ چھاؤنی میں ٹھہر گئے وہاں کے جینی اصحاب نے انتظام کیا کہ بیرسٹر صاحب کا ایک لیکچر ہو۔ راقم علالت کے سبب روپڑ سے انبالہ چھاؤنی گیا ہوا تھا تاریخ مذکورہ پر شام کے وقت مشن کمپونڈ میں ایک ہندو اشتہار کا پرچہ لایا اور ایک اشتہار کا پرچہ کمترین کو بھی دیا۔ اور زبانی بھی کہا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ لہذا وقت مقررہ پر راقم اور مسٹر لال دین حاضر جلسہ ہوئے۔ جلسہ کے آغاز میں پہلے پنڈت پنا لعل صاحب مارواڑی نے ہندی زبان میں جین مت کے متعلق گوہر فشانی کی۔ بعد کو بیرسٹر صاحب ممدوح نے حاضرین کو اپنے قیمتی خیالات اور شیریں زبانی سے محظوظ کیا آپ کے مضمون کا موضوع اور لب لباب یہ تھا کہ انسان ایشور کا روپ ہے۔ انسانی توحید کے حق میں اور نسبت یاد رہے کہ اس سلسلہ میں کوئی نئی اور جدا جدا روح کی ایجاد نہیں ہے گویا بیرسٹر صاحب کا مطلب تھا کہ خدا نے آدم کو جب خلق کیا تو اُس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا یعنی (اپنی رُوح آدم میں ڈالی) پھر آپ نے فرمایا کہ خدا اور انسان کے درمیان جو پردہ حائل ہے وہ گناہ اور اگیانتا کے سبب ہے پر جب یہ پردہ گیان کے سبب ہٹ جاویگا تب انسانی روح کو پھر وہی جلالی اور اصلی صورت حاصل ہوگی (بموجب پولوس رسول کے خیال کے کہ ابھی ہمارا

علم ناقص ہے پر جب نقص جاتا رہیگا تب پورے طور پر پہچانینگے۔ ا قرنت ۱۳ باب۔

بیرسٹر صاحب نے خدا کی نسبت اپنے بیان کے دوران میں مسلم اور مسیحی تعلیمات اور مسلمات کو بدیں الفاظ پیش کیا مثلاً لفظ عرب کی ع کو موقوف کردو تو باقی رب رہ جاتا ہے۔ اور احمد کی میم کو دور کرنے سے احد رہ جاتا ہے۔ یعنی خدا اور انسان کے تعلقات کی بابت زیادہ تر حوالے انجیل سے پیش کئے۔ مثلاً انجیل میں مرقوم ہے کہ خدا مجسم ہوا میں نے تمہیں کہا تم سب خدا ہو۔ یسوع مسیح نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو یعنی خدا کو دیکھا۔ میں اور باپ یعنی خدا ایک ہیں پھر متی کی انجیل کے ۵ باب میں لکھا ہے کہ کامل بنو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔

پھر انجیل میں ایک بیان مرقوم ہے کہ لوگوں نے یسوع مسیح سے سوال کیا کہ ایک خاندان میں سات بھائی تھے۔ پہلے ایک بھائی نے شادی کی اور وہ مرگیا۔ پھر اسی عورت سے دوسرے نے۔ غرضیکہ ساتوں کی وہ بیوی بنی اور رہی تو قیامت میں وہ کس کی بیوی ہوگی۔ مسیح نے جواب دیا کہ قیامت میں نہ بیاہ ہوتا نہ بیاہے جاتے ہیں۔ بیرسٹر صاحب نے اس بیان کو نہایت مہذبانہ الفاظ میں زیادہ کشادہ کیا کہ آسمان پر تذکیر و تانیث کا سلسلہ نہیں ہوگا۔ روح جسکو تقاضا ہے ایک جلالی صورت میں ہوگی پھر آتما کو سکھ گیان اور پریم دائمی ہوگا۔ پھر گلتیوں کے خط کے ۴ باب سے ابرہام کے دو فرزندوں کا مقابلہ کر کے دکھلایا کہ ایک جسمانی اور دوسرا روحانی اور یہ کہ روحانی فرزند وارث ہوگا دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو خدا کے طالب اور ایک خدا کے مخالف۔ ایک صاحب عقل اور ایک بے عقل۔ چنانچہ انجیل میں آیا ہے کہ اپنے موتی سوروں کے آگے مت ڈالو۔ دیکھو اس استعارہ میں یسوع مسیح نے سوروں سے وہ انسان مراد لئے ہیں جو سوروں کی سی طبیعت رکھتے ہیں۔ حقیر اور اچھی باتوں اور تعلیموں

کی قدر نہیں کرتے ہیں۔

اس کے بعد بیرسٹر صاحب نے حاضرین کو موقع دیا کہ اگر کسی نے کوئی سوال یا اعتراض کرنا ہو تو اجازت ہے۔ راقم نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ بیرسٹر صاحب کے مضمون اور بیان پر میرا کوئی سوال اور اعتراض نہیں ہے۔ پس بہ حیثیت ایک مسیحی اور انجیل مبشر ہونے کے بزرگ بیرسٹر صاحب کے خیالات اور تقریر کی داد دیتا ہوں اور بلند آواز سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک کو ایسے ایسے روشن دماغ اور بیدار مغز اور منصف مزاج اصحاب کی اشد ضرورت ہے جو ملک کے امراض کو دور کرنے کے لئے اُن وسائل اور علاجوں کو جو خواہ مصرانی ہوں یا نصرانی یا یونانی پبلک کے سامنے بے دھڑک پیش و بیان کرتے رہیں اس داد اور اظہار صداقت کے بعد بیرسٹر صاحب اور دیگر اصحاب راقم سے بڑی محبت کے ساتھ ملے اور بیرسٹر صاحب نے احقر کا ایڈریس لکھ لیا اور فرمایا کہ میں کشمیر سے واپس آ کر آپ کو ایک کتاب بھیجونگا۔ آخر میں راقم کی رائے اور استدعا ہے کہ

نمبر ۱۔ بیرسٹر صاحبان کی دیگر ادیان دین کی تعلیمات کی نسبت اسٹڈی اور معلومات نہایت بڑھی ہوئی ہے آپ حق پسند معلوم ہوتے ہیں۔

نمبر ۲۔ دیگر صداقتوں اور مفید باتوں کا اظہار آپ کی نیک نیتی کا بدیہی ثبوت ہے۔

نمبر ۳۔ تقریر میں نہایت سنجیدگی اور متانت بھری تھی۔

نمبر ۴ ہمارے ملک کے اکثر اصحاب انجیل کے پڑھنے سے خود گریز کرتے ہیں اور نیز اوروں کو بھی اس کے پڑھنے اور خریدنے سے روکتے اور منع کرتے ہیں مگر آپ اپنے لیکچر سے انجیل کے دلدادہ معلوم ہوتے تھے انجیل کو سند صداقت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ دوستو انجیل کے پڑھنے اور خریدنے سے نہ ڈریئے یہ کلام ربانی ہے۔ اس سے آپ کو اور ملک کو فائدہ ہوگا کاش ہمارے لوگ انجیل کی قدر کریں۔ آمین۔

راقم۔ ایم سی۔ نیوٹن بگل

اشتہار ۸/۱

ایک عورت مسماۃ جیندو زوجہ فضل ساکن رینسن آباد چک ۱۴۸ ۹-ایل ضلع منٹگمری کی ہے جو کہ عرصہ دس ماہ سے اپنے خاوند کو چھوڑ کر کہیں بھاگ گئی ہے۔ اُسکی تلاش ہر چند کی گئی۔ لیکن مطلقاً کوئی پتہ نہیں ملا۔ اگر کسی صاحب کو اُسکی موجودہ رہایش کا علم ہووے تو اس کی خبر مہربانی کر کے اشتہار دہندہ کو دے دیوے۔ اطلاع دینے والے اصحاب کو پانچ روپے انعام دیا جائیگا۔ حلیہ حسب ذیل ہے۔ رنگ گندم نما۔ قد درمیانہ۔ ہر دو گال پر ایک ایک تولہ۔ اور ٹھوڑی کے نیچے بھی ایک تتوے کا نشان ہے اور عمر ۲۰ سالہ ہے۔

خادم:۔ قادر بخش پاسٹر
کلیسیا رینسن آباد چک ۱۴۸ ۹-ایل ضلع منٹگمری

مسیحی کاشتکاران پنجاب کو خوشخبری ۱۴/۹

امسال فصل گندم تھوڑی و ناقص ہے۔ سو جلد گھر آ جائیگی۔ کاشتکاران کو مئی۔ جون۔ جولائی میں کام کم ہوگا۔ جن کے پاس دو آدمی و ۳ جوڑی بیل ہوں ایک جوڑی اپنے کام کے لئے رکھ لیں اور دو جوڑی مئی۔ جون۔ جولائی کے لئے مرالیوالہ متصل گوجرانوالہ میں کاشت منجی کے لئے ہمارے پاس بھیج دیں تو ۳ ماہ میں فی ہل بیس کیلے منجی کاشت ہوگی۔ یہاں پر پیداوار فی کیلہ ۸ مانی تک ہے قیمت فی مانی عه روپیہ اور حصہ مزارعہ ½ پس پیداوار فی ہل کیلے ۲۰ حصہ × مانی × روپے ۔ ۲۶۶۶ روپے ہو سکتی ہے۔

المشتہر
جے۔ ڈانیل۔ گجرات

نورافشاں کے نئے خریدار دیجئے۔

یوئنگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ یوئنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصے سے جاری ہے۔ جس نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اور چار خواتین اُس کی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات عہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام چالیس فی صدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں لڑکوں کو ۱عہ سے ۱اللہ تک۔ کرد کو نول عہ سے عہ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

تین بیماریوں کی حکمی دوائیں ۱۴/۹

(۱) دمہ خشک ہو یا تر۔ پرانا ہو یا نیا اور خطرناک دوا ہے۔ دوہی خوراک کے کھانے سے چند گھنٹوں کے اندر سانس کی ساری تکلیف دور ہو کر آدمی تندرست ہو جاتا ہے۔ قیمت عہ

(۲) ہر قسم کی کمزوری کے دور کرنے میں لاثانی اور مجرب دوا ہے۔ خواہ کیسی ہی کمزوری ہو۔ قیمت فی شیشی ۱۲ر

(۳) اس کے استعمال سے روزانہ۔ تیجا۔ چوتھیہ بخار پہلے ہی دن رُک جاتا ہے۔ ورنہ دوسرے دن ضرور ہی بفضل خدا رک جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲ر محصولڈاک بذمہ خریدار۔

المشتہر۔ ڈاکٹر ای۔ این اوجیڈایہ
خورجہ۔ ضلع بلند شہر

پادری ایچ۔ ای داُمل صاحب مینیجر نورافشاں امپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔